

مطالع الانوار

فی

فضائل اہلبیت النبی المختار

ترجمہ
حضرت علامہ سید محمد زکریا شاہ بنوری
رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
رفیقہ محمد امیر شاہ قادری الکیلانی
پشاور شہر

ناشر
شاہ محمد غوث اکیڈمی
پشاور

بزرگی اور فضیلت تم لوگوں پر ثابت ہے۔ پھر یہ خبر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی، پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس ان کی مجالس میں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

”اے انصار کے گروہ مجھ کو یہ بتاؤ کہ کیا تم ذلیل نہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے محض میرے ورود سے اور میرے طفیل سے تم کو عزت دی۔“ تو انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بالکل درست ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سوال کیا کہ کیا تم مجھ کو اس کا جواب نہیں دیتے ہو، تو انصار نے عرض کیا کہ اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کیا کہیں۔^۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں کہتے ہو کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے نہیں نکالا اور کیا ہمارے سوائے کوئی اور پناہ دینے والا تھا۔

(2) کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جھٹلایا اور ہم نے تصدیق نہیں کی۔

(3) کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ رسوا نہ کیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہیں کی۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے سوالات ان پر کرتے گئے۔ حتیٰ کہ از روئے شرم ان کے سر جھک گئے اور وہ دوڑا بیٹھ گئے۔ دست بستہ عرض کرنے لگے۔

”ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس یا ہمارے قبضہ میں ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہے۔“ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی۔

تیسری حدیث شریف در بارہء مفہوم قربی: حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ قربی سے صاف صاف مراد کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ یہ قربی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چونکہ حدیث: حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن شعیب سے اس آیت کا معنی پوچھا قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی تو انہوں نے فرمایا کہ قربی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔

(نوٹ) قرابت دار کا مفہوم اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔

پانچویں حدیث: حضرت ابو العالیہ حضرت سعید ابن جریر سے روایت کرتے ہیں کہ الا المودة فی القربی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔

امام مقریزی فرماتے ہیں کہ مفسرین کی ایک بڑی بھاری جماعت نے اس آیہ مبارکہ کی تفسیر اس طرح کر دی ہے۔

قل لمن اتبعك من المومنین لا اسئلكم علی ما حبثکم بہ اجرا الا ان تودوا قرابتی اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تابعین مومنین سے فرما دیجئے گا کہ جو

کچھ اللہ کریم سے ہدایت لایا ہوں اس پر آپ سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ سوائے ان کے کہ آپ میرے رشتہ داروں سے محبت کریں۔

قرنی کے مفہوم پر ایک علمی بحث: ہر چند لفظ قرنی عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے۔ کیونکہ اس مراد خاص پر مندرجہ بالا حدیث شامل ہیں اور آگے چل کر اس ذکر کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔ پس قرائن موجود ہیں اور قرائن بھی احادیث کے۔ تو اب کس طرح اس قرینہ کو رد کر کے عام مراد لی جاسکتی ہے جبکہ اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس پر قرآن نازل ہوا اور جو عربی علوم میں سب سے زیادہ جانتے والا تھا جس کا مبداء فیوض خود ذاتِ باری ہے خود معنی (خاص) کر دیا۔ یعنی میرے رشتہ دار مراد ہیں جو کہ علی کرم اللہ وجہہ، اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی اولاد ہیں۔ اس خاص نے قرابت کے عام مفہوم کو بند کر دیا۔

ایک منطقی دلیل: خاص کو عام کے معنی میں درج کر دیا۔ یہ تو عین فصاحت ہے کیونکہ خاص عام کے تحت ہوتا ہے اور کبھی کبھی لفظ سبب سے اعم ہوتا ہے۔ لیکن وہ ظاہر اور بین ہوتا ہے اور اس سے مراد خاص ہوتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایہ کریمہ لم یلبسوا ایمانہم بظلم میں ظلم کا معنی شرک سے کیا ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے ان الشریک لظلم عظیم تو ظلم عام تھا لیکن شرک خاص ہے۔ پس عام کا معنی خاص سے ہو گیا۔

لفظ عام تھا لیکن اس کی مراد ظاہر تھی۔

موجود ہے یہی مرادی معنی لیا جائے گا اور کوئی اور معنی نہ لیا جائے گا۔
پھر قوی دلیل یہ ہے کہ عام کو تو خاص کر دیا کیونکہ خاص اس میں
شامل تھا لیکن خاص کو کس طرح عام کر سکتے ہیں۔

ان دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہوا کہ یہ آیت قیامت
تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی شان میں ہے۔
اور ان کے حق میں اس کا نزول ہوا ہے۔ اور یہ انہیں پاک
ہستیوں کے لئے مختص ہے۔ ایک تشبیہ کے بعد آگے سب اس
کی تفصیل ہے۔

تشبیہ: اور اگر یہ کہا جائے کہ وحی کی تبلیغ پر اجر لینا یا طلب کرنا
جائز نہیں۔ جیسا کہ بہت سے نبیوں کے قصوں میں اللہ پاک
فرماتے ہیں کہ آپ ان کو واضح کر دیں کہ میں اپنی تبلیغ کا اجر
نہیں مانگتا ہوں اور ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان
سب سے افضل ہیں۔ تو وہ تو کسی صورت میں بھی رسالت اور
تبلیغ کا اجر طلب نہیں کر سکتے اور خود قرآنی آیت سے اس بات کی
تشریح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو طلبِ اجر کی نفی سے یاد فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے
محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیجئے کہ میں اس پر اجر طلب
نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی میں متکلفین سے ہوں۔

قل ما اسئلكم عليه من اجر و ما انا من المتكلفين

اور تبلیغ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھی

بلغ ما انزل اليك من ربك

ترجمہ: جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی احکام نازل

ہوئے ہیں۔ ان کی تبلیغ کر دیں۔ اصول یہ ہے کہ ادائے واجب پر طلب اجر مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح رسالت کے مقابلہ میں اجر کا طلب کرنا مناسب نہیں ہے۔ تبلیغ اور رسالت سب سے اعلیٰ اور اشرف متاع ہیں۔ اور اجر کا طلب کرنا ارذل ہے۔ اشرف کی قیمت ارذل کس طرح ادا کر سکتا ہے نیز اجر کا طلب کرنا ایک تمہت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اجر طلب کرنا جائز نہ تھا۔ اور اس جگہ اجر کے قائم مقام ایک چیز ذکر کی گئی ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

اپنے قرابتداروں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مودت طلب کرنا کوئی اجر نہیں ہے کیونکہ اسلامی اخوت بذاتِ خود واجب ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے مسلمان کے ساتھ باہمی محبت کا رشتہ برقرار رکھے۔ کیا یہ حکم اس آیت سے ثابت نہیں ہو رہا۔

والمؤمنون و المؤمنات بعضهم اولیاء بعض۔ اور حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں۔

المؤمنون کالبنیان یشد بعضہ بعضا

ترجمہ : اور مسلمانوں کی مثال ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض اجزاء بعض اجزاء کے لئے سہارا ہیں۔ اور بعض مسلمانوں پر بعض کی محبت واجب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

وسلم کے ساتھ اور ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ محبت تو ادنیٰ طریق پر ثابت ہے۔

ایک صرفی و نحوی نکتہ: الاکا لفظ جو اس آیت میں وارد ہوا ہے وہ بذات خود کافی و شافی جواب ہے۔ الاکا معنی (سوائے اسکے ہے) اس کو عربی گریمر میں حرف استثنا کہتے ہیں۔

استثنا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک متصل اور دوسرا منقطع۔ متصل وہ ہوتا ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو، اور منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو، یہ حرف استثنا اس جگہ منقطع ہے۔ یعنی اس کا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے۔ پس جب اس کی جنس سے نہیں تو اجر نہ ہوا۔ نہ طلب اجر۔ مودۃ فی القربیٰ کچھ اور شے ہے، اس جگہ تک آیہ مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح دونوں مکمل ہو گئے۔ اب الا المودۃ فی القربیٰ کی تشریح پر غور فرمائیے گا۔

خطیب اور خازن میں اس کی تفسیریوں وارد ہوئی ہے۔

ای لکن اسئلکم المودۃ فی القربیٰ

ترجمہ: لاکن میں تم لوگوں سے اپنے اہل بیت کی محبت

کا سوال کرتا ہوں۔

علامہ زحشری نے اپنی تفسیر کثاف میں اس آیت کے تحت ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔ اور امام فخر رازی نے ان سے یہی حدیث اپنی تفسیر کبیر میں نقل کی ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔ (حدیث نمبر 6)۔

1- جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مر گیا۔

وہ شہید مرا۔

2- خبردار ہو جاؤ کہ جو شخص حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوت ہوا۔ اس کے گناہ سب بخشے گئے۔

3- یاد رکھو، جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا۔ وہ گویا تائب ہو کر مرا۔

4- یاد رکھنا جس کا خاتمہ حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا وہ اس حال میں مرا کہ مومن تھا۔ اور کامل الایمان تھا۔

5- پھر جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوت ہوا۔ اس کو ملک الموت اور پھر منکر نکیر نے جنت کی خوش خبری دی۔

6- خبردار ہو جاؤ، جو شخص حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مر گیا، وہ بہشت سے اس طرح واصل ہوا جس طرح دلہن اپنے خاوند کے گھر واصل ہوتی ہے۔

7- جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرا۔ تو قبر میں اس کے لئے دو دروازے جنت کی طرف کھل جائیں گے۔

8- خبردار ہو جاؤ کہ جو حبِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرا وہ اہل سنت و الجماعت ہے۔

9- لیکن یاد رکھو کہ جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض لیکر دنیا سے رخصت ہوا، تو جب تک قیامت کے دن اللہ

کریم کے پیش ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا ”

آئس من رحمت اللہ“ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے ناامید

ہوا۔

10- خبردار ہو جاؤ کہ جو شخص بغضِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

و سلم پر مرجائے۔ وہ کافر ہو کر مرا۔

11- اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض لے کر گیا وہ کبھی بھی جنت کی یونہی سونگھے گا، یعنی ہمیشہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ (تفسیر کبیر جلد ساتویں صف 406)۔

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو جریر بن عبد اللہ ابلیحی سے نقل کیا ہے۔ پھر علامہ صادی نے بھی یہ حدیث لی ہے اور اپنی شرح میں درج کی ہے جو کہ جلالین کی شرح ہے اور جلالین مشہور درسی تفسیر ہے۔

امام فخر رازی فرماتے ہیں کہ آل سے مراد سب سے پہلے اور سب سے زیادہ قرابت دار ہیں۔ پس جن کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی آل کہلائیں گے اور کیا اس میں کوئی شک ہے کہ حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین علیہما السلام از روئے تعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ اقرب ہیں اور ان کے تعلقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باقی تمام امت سے زیادہ ہیں۔ اور یہ قرابت اور یہ تعلق اس طرح معلوم ہے۔ اور مشہور ہے جس طرح کہ احادیث متواترہ ہر ایک کو معلوم ہوتی ہیں پس واجبی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل یہی حضرات ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ بعض نے آل کے لفظ کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آل امت ہے۔ اس اختلاف کا

حل بہت ہی آسان ہے۔ اور یہ کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔
مختلف علماء کے اقوال کی تطبیق یوں کی جاتی ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں تو
بھی یہ حضرات یعنی علی، حسن، حسین، فاطمہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین آل بن سکتے ہیں۔ اور اگر مراد امت ہے تو وہ بھی یہ پاک
ہستیاں ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر
لبیک کہا۔ تو اس لحاظ سے بھی یہ آل ہو سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا
کہ تمام تقدیرات پر یہ آل بن سکتے ہیں۔ اب اس میں اختلاف نہ
رہا کہ یہ مقدس ہستیاں آل بن سکتی ہیں لیکن ان کے علاوہ کیا اور
بھی کوئی آل بن سکتا ہے یا نہیں؟ یہ امر مختلف فیہ ہے۔ تو متفق
امر کو چھوڑ کر مختلف فیہ کا قبولی کرنا یہ بھی مقتضی عقل نہیں ہے۔
حدیث نمبر 7: صاحب کشاف نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث
رقم کی ہے۔

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یہ لوگ آپ کے رشتہ داروں
میں سے کون سے ہیں جن کے ساتھ ہمارا محبت کرنا واجب کیا گیا؟
فرمایا کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم
اجمعین ہیں۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ یہ چار ہستیاں
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کا تعلق رکھتی ہیں اور جب
اس قدر ثابت ہو گیا تو ہم پر ان کی مخصوص تعظیم واجب ہو گئی،
اور یہ ایسی تعظیم کے لئے مخصوص ہو گئے۔ اس کے لئے بھی چند
وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ تو اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے ”الا المودعة في القربى“
 دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شک نہ رہا کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بہت
 انس اور الفت رکھتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز
 اس کو دکھاتی ہے وہ مجھے بھی دکھاتی ہے۔

حدیث نمبر 8: ”فاطمہ بضعة منی۔ یوذینی ما یوذیہا“

پھر احادیث سے جو کہ حد تو اتر تک پہنچ چکی ہیں
 ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ میں
 علی، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں،
 جب یہ ثابت ہو گیا تو امت پر واجب ہو گیا کہ وہ الفاظ سید المرسلین
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر اور آنکھوں پر رکھیں اور عمل کریں۔
 کیونکہ مندرجہ ذیل چار آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ امت پر اپنے
 نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع لازمی ہے۔

(1) ”واتبعون لعلکم تہتدون“

اگر تم ہدایت حاصل کرنا چاہو تو میری تابعداری کرو۔

(2) ”فلیخذہ الذین یخالفون عن امرہ“

جو اس کے امر سے مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔

(3) ”ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“

فرما دیجئے ان کو کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری

اتباع کرو۔ اللہ تم کو محبوب گردان لے گا۔

(4) ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“

اے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ یہ دعا
باعث ہوگئے۔

تیسرا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے لئے دعا کرنا منصبِ عظیم ٹھہرایا ہے۔ اور اسی لئے
آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کو نماز میں تشہد کے
خاتمہ پر رکھ دیا۔ سبحان اللہ نماز تب ہی ختم ہوگی کہ آلِ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا ہو جائے۔ کیا تم نماز میں سب یہ پڑھا
نہیں کرتے:

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد
کیا یہ تعظیم اور یہ مرثبہ بغیر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کسی اور کو ملا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صرف آلِ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہی کی شان ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کی دلیل ہے
کہ جب آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک مسلم پر واجب
ہے۔

امام رازی کا کلام تو اس جگہ ختم ہوا اور شیخ امام جلال
الدین سیوطی بھی اپنی تصنیف اکلیل میں فرماتے ہیں کہ آیہ ”قل
لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی“ میں حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کے وجوب کی طرف
اشارہ ہے۔

روایت نمبر 9: حضرت علی ابن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
ایک شای سے پوچھا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے اس نے

قائم رجل من اهلها۔ فقال الحمد لله اللذي قتلکم واما سائلکم و
 قطع قرن الفتنة فقال له، على رضى الله تعالى عنه اقرات القرآن قال
 نعم قال اقرات آل حم قال قلت قال ما۔ قراءت قل لا اسئلكم عليه
 اجرا۔۔۔ الخ الا المودة فى القربى۔

ترجمہ : یوسف بن اسماعیل نہانی کتاب شرف الموبد لاک محمد میں
 روایت کو اس طرح لائے ہیں کہ سدی نے ابن یلم سے روایت کیا۔
 وہ فرماتے ہیں کہ جب علی بن حسین قید ہو کر پیش ہوئے اور دمشق
 لائے گئے۔ تو دمشقوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یوں
 مخاطب ہوا ”معاذ اللہ معاذ اللہ“ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے
 کہ جس نے آپ کے والد کو قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کی اور اس
 طرح فتنہ کی جڑ کو اکھاڑ دیا۔^۷

حضرت زین العابدین نے اس کو کہا کہ کیا تو نے قرآن
 پڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے فرمایا کہ تم نے اس میں یہ حروف مقطعات پڑھے ہیں
 آل۔ حم۔ اس نے کہا یہ بھی پڑھے ہیں۔ پھر آپ
 نے فرمایا کہ کیا اس میں یہ بھی پڑھا ہے قل لا اسئلكم عليه اجرا
 الا المودة فى القربى اس نے کہا کہ کیا تم ہی وہ لوگ ہو جن کے
 بارے میں محبت کو ہم پر واجب کر دیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم ہی تو ہیں۔

جب یہ روایت مطالعہ میں آئی تو معاً میرے دل میں
 خیال آیا کہ میں تو ایسے شخص کو مسلمان نہیں سمجھتا ہوں، اپنے
 ضمیر اور اپنی عقل سے سوال کیا کیا ایسا شخص ایمان لایا تھا؟ جواب

ملا کہ ہاں۔ لیکن کس کے ساتھ؟ شیطان اور طاغوتی طاقتوں کے ساتھ، کیونکہ ایسی بے نکی باتیں جسکو طیب ہذیان کہتے ہیں، اس شخص سے صادر نہیں ہو سکتیں جو اللہ جل جلالہ پر ایمان لایا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتا ہے۔ اور ایسے شخص کے سینہ میں ایمان کس طرح قرار پکڑ سکتا ہے جو کہ قتلِ اولادِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر شکریہ ادا کر رہا ہے اور ان کی بیخ کنی (معاذ اللہ خاکم بدہن) پر خوش ہو رہا ہے۔

میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ ابو جہل جو کہ اللہ تعالیٰ اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتا تھا یہ شخص اس سے زیادہ ملحد اور عدوِ رسول و عدوِ اللہ ہے، کیونکہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے حق میں نہایت ناپاک الفاظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ لیکن یہ بھی تعجب کا مقام نہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں بھی اہل بیت نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی رکھنے والے ہیں جو اس گمراہی میں اس شخص کی نظیر ہیں۔

اس زمانہ میں بھی ایسے شخص پائے جاتے ہیں کہ جن کے سامنے اگر اہل بیت کی کوئی ایسی فضیلت بیان کی جائے جس سے وہ ممتاز کئے گئے ہوں، یا کوئی ان کی شان ایسی ذکر کی جائے جو ان کی طرف مستند ہو اور اللہ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصاف بتائے یا سلف صالحین یا علمائے امت یا اولیاء و صلحا ان کی شان بیان کریں تو وہ سن کر اپنا سر پیٹتے ہیں، ناک پھینک دیتے ہیں اور ترش رو ہو جاتے ہیں۔

پھر ان کے چہروں کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں کاش یہ فضیلت ان کے لئے ثابت ہوتی (یعنی آلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے)۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بھاننے کے لئے قسم قسم کی من گھڑت باتیں بناتے ہیں اور موضوع احادیث پیش کرتے ہیں یا تابعین و تبع تابعین کے من گھڑت اقوال پیش کرتے ہیں۔ ان کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ ان کی تفتیش شان کریں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو تمام کرتا ہے اگرچہ کافر یہ نہ چاہیں ”واللہ مٹم نورہ ولو کرہ الکافرون“۔

تفسیر نیساپوری میں مندرجہ بالا آیہ مبارکہ کے متعلق یہ ذکر ہے کہ یہ امر احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی، حسنین اور فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے تھے۔ اور جب یہ امر اس طرح ہے تو ہم پر بھی ان کی محبت واجب ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے فاتبعوه یعنی میرے نبی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کرو، کیا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ شرف اور یہ فخر کافی نہیں ہے کہ ان کے مبارک ذکر سے التحیات میں نماز کو ختم کیا۔ اور پھر ہر ایک نماز میں ان پر درود بھیجا جاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک نماز کا خاتمہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نحن مرکب سفینۃ حب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ الفاظ تفسیر نیساپوری کے ہیں۔

ترجمہ: ہم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی کشتی ہیں سوار ہوتے ہیں اور مصائب و کالیف کے سمندر کو اس کشتی سے گزر رہے ہیں۔

سے عبور کر کے ساحلِ مراد پر پہنچ سکتے ہیں۔

روایت نمبر 12 : (الحديث الشريف) امام بغوی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القربی نازل ہوئی تو امت کے بعض افراد کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم کو اپنے رشتہ داروں کی محبت کے لئے ابھاریں۔

پھر جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے مطلع کر دیا اور کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تممت لگائی ہے۔ تو اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی ”ام یقولون افتری علی اللہ کذبا“ (ترجمہ) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ جل جلالہ، پر افتری باندھا ہے۔ تو پھر ان لوگوں نے جن کے دل میں وسوسہ گذرا تھا عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق ہیں اور ہم اب کسی قسم کا شک نہیں کرتے۔ تو پھر یہ آیت نازل ہوئی ”هو الذی یقبل التوبة عن عباده“ (ترجمہ) وہ ذاتِ پاک یعنی اللہ جل جلالہ اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت خاص کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے بارے میں ہے کیونکہ یہ مربوط کلام ہے۔ اور تینوں آیات جو اوپر بیان کی گئی ہیں متصل وارد ہوئی ہیں، جس قوم نے یہ شک کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور پھر وہ تائب ہوئے۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور توبہ قبول کی۔ اگر عربی کے لئے امت ہوتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

روایت نمبر 13 : حضرت ابن طفیل سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی اور تحمید کی، اور وعظ کو اس کلام پر ختم کیا۔

”جس نے مجھ کو پہچانا، تحقیق وہ مجھ کو خوب جانتا ہے۔

اور جس نے مجھ کو نہیں پہچانا تو میں کہتا ہوں کہ میں حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں اور سرکارِ دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں“، پھر قرآن کریم کو ہاتھ میں لیا اور کہا کہ ”میں اس نبی کا بیٹا ہوں جو بشارت دینے والا تھا۔ جو ڈرانے والا تھا۔ جس نے اللہ سے نبوت کا تاج پایا تھا۔ جو اللہ کے حکم سے اس کے راستہ کی طرف دعوت دینے والا تھا۔ جو سراجِ میر تھا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمة اللعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ میں اس گھرانے کا چشم و چراغ ہوں جس کے حق میں آیتِ تطہیر اتری تھی۔

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجز من اهل البيت و يطهر

کم تطہیرا“ (آیتِ تطہیر آغاز سیپارہ 22)۔ آخر میں آپ نے کہا کہ ”

میں اس گھرانے کا فرد ہوں جس کے ساتھ محبت اور دوستی کرنا اللہ

تعالیٰ نے آپ پر فرض کر دی اور جس کے حق میں آیتِ باکِ انور

قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربی۔“ اس حدیث کے

ظہرانی نے اوسط میں اور کبیر نے ذرا اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

روایت نمبر 14 : ایک روایت میں اس طرح بیان ہے کہ

ہے ”انما من اهل البيت الذين افترض الله مودتهم على كل مسلم و
انزل فيهم۔ قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى۔ و من
يقرف حسنة نزلده، فيها حسنا“ (ترجمہ) میں اس اہل بیت سے
ہوں جن کے ساتھ محبت کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور جن
کے لئے یہ آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔

آیہ پاک کے اخیر میں اقرارِ حسنہ کا ذکر ہے۔ لفظی

ترجمہ یہ ہے۔

اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں اور بھی
خوبی برمھادیں گے۔ اس جگہ نیکی سے مراد اہل بیت کی محبت ہے۔
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود تشریح فرمادی کہ حسنة ہماری
محبت ہے۔ جو کہ آل نبی یا اہل بیت کہلانے کے مستحق ہیں۔

روایت نمبر 15 : حضرت سدی نے حضرت ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا، مراد اس جگہ سے یہ ہے کہ
جو کوئی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے گا۔ اگرچہ
بظاہر حسنة کا لفظ عام ہے یعنی جو نیکی کسی قسم کی کرے۔ لیکن امام
بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”کلام ما قبل میں مودت فی
القربى کا ذکر ہے یعنی اہل بیت کے ساتھ محبت کرنا مذکور ہے۔
اور اہل بیت کے ساتھ محبت بذات خود نیکی ہے۔ اس لئے اولیٰ طور
پر اس جگہ حسنة سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
محبت کرنا ہے۔

اور کلام باری کے الفاظ کی بندش سے یہ بھی ثابت ہو رہا
ہے کہ دنیا بھر کی تمام نیکیاں جب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے تابع ہوئیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایک امتی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہیں رکھتا تو اسکی باقی تمام نیکیاں نیکیاں نہیں کہلا سکتیں۔ یہاں پر امام بغوی کا کلام ختم ہوتا ہے۔

روایت نمبر 16 : علامہ نبہانی اپنی تصنیف شرف موبد میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ من یقترف حسنة سے مراد آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

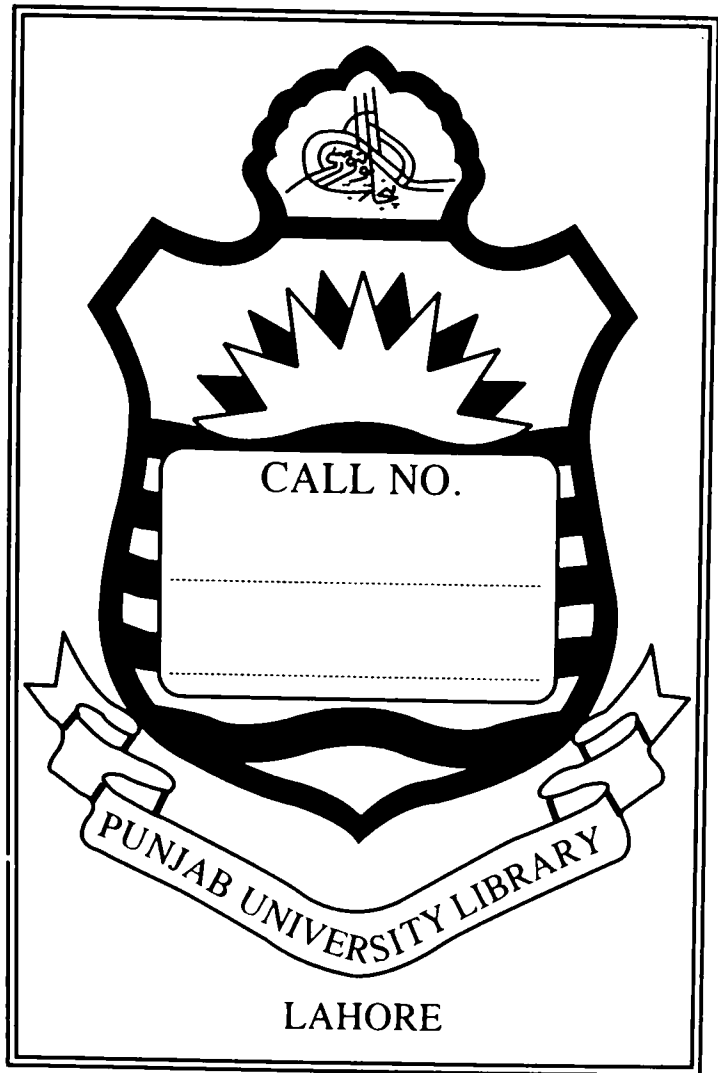
روایت نمبر 17 : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو جو تم سب کا عرازق ہے اور میرے ساتھ محبت اس لئے کرو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اور میرے اہل بیت سے محبت اس لئے کرو کہ میری محبت حاصل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا سب آلِ محبت کی محبت ہے اور اللہ کی رضا حبِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔

یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں بیان کی ہے اور حسن بن علی اس کے آخری راوی ہیں۔

روایت نمبر 18 : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دن محبت کرنا ایک سال کی عبادت سے اچھا ہے۔ گویا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عبادت سے تین سو ساٹھ (360) گنا زیادہ ہے۔

135360

ذخیرہ پروفیسر محمد اقبال مجددی
جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو
ہدیہ کیا گیا۔



روایت نمبر 19 : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سب سے بہتر وہ ہے جو میرے اہل بیت سے میرے بعد اچھا سلوک کرے۔

روایت نمبر 20 : طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے سب سے محبوب نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ اور میرے اہل بیت اس کو اپنے اہل بیت سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

روایت نمبر 21 : حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے اس طرح اکٹھے حوض کوثر پر وارد ہوں گے جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کی طرف اشارہ بھی کیا۔

روایت نمبر 22 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری محبت یعنی میرے اہل بیت کی محبت کو لازمی طور پر اختیار کرو۔ تحقیق بات یہ ہے کہ جو شخص مر جائے اور وہ قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے دربار میں اس حالت میں پیش ہو کہ وہ ہمارے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھتا تھا تو وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات

بارکات کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کا عمل اس کو فائدہ نہ دے گا جب تک وہ میرے اور میرے اہل بیت کے حقوق کو نہ پہچانے۔

حدیث نمبر 23: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرا وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایسا کام کرے جس کی وجہ سے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کر سکوں، تو وہ میرے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کی خوشنودی حاصل کرے۔ اس حدیث کو ویلی نے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر 24: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسنین کریمین جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے سوال کیا کہ ہمارے ساتھ محبت رکھنے والے کب داخل جنت ہوں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے عین بعد۔

حدیث نمبر 25: حضرت امام احمد نے حدیث نقل کی ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ اللہ اور دونوں کے ساتھ اللہ کی والدہ ماجدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اور ان کے والد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت رکھے گا تو وہ قیامت کے روز میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور معیت و ایک صف میں ہوگا۔

رتبہ میں برابر ہوگا۔ بلکہ یہ معیت مشاہدہ ہے۔ جو کہ عین حصول سعادت و انوار خوش نصیبی ہے، یعنی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت میں ہوگا۔

حدیث نمبر 26: طبرانی نے ایک بصیرت افزا حدیث نقل کی ہے اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی ایک فرد کو اپنے لئے پسند کیا اور اس کی سفارش طلب کی، پھر دنیا میں وہ مراد کو نہ پہنچا تو قیامت میں جب وہ مجھے ملے گا تو میں اس کو پورا پورا بدلہ دوں گا۔

حدیث نمبر 27: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان کی سفارش کروں گا۔

(1) میری اولاد کی عزت کرنے والا، (2) ان کی حاجات کو پورا کرنے والا، (3) ان کی مشکلات کو دور کرنے میں کوشش کرنے والا، (4) دل اور زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والا۔

حدیث نمبر 28: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حسن بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز کیلئے بنیاد ہے اور اسلام کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

حدیث نمبر 29: صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

و سلم کے آگے قریش کا شکوہ کیا، اور کہا کہ جب قریش ہم کو دیکھتے ہیں تیوری چڑھاتے ہیں اور جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے کلام کو قطع کر دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر نہایت ہی غضبناک ہو گئے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کا چہرہ انار کی طرح سرخ ہو گیا اور پسینہ کے قطرے دونوں آنکھوں اور ابروؤں کے درمیان ٹپک پڑے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو باتیں کرتے رہتے ہیں اور جب میرے اہل بیت سے کسی ایک شخص کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات کو کاٹ دیتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ میرے اہل بیت سے رشتہ کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ حدیث نمبر 30: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ میرے اہل بیت کے ساتھ محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر محبت نہ کرے۔

روایت نمبر 31: حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک ایمان نہ لائیں یعنی موہن نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں ہو سکتے جب تک کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت نہ کریں۔ خالصاً للہ و للرسول محبت نہ کریں۔

حصول کی دلی طمع رکھتے ہو؟ اور اولادِ عبدالمطلب کیا تمہارے
نزویک اس امید سے محروم ہیں۔

روایت نمبر 32: ایک دوسری روایت میں عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه کو مخاطب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ
یہ لوگ کبھی بھی نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ یہ تمہارے
ساتھ محبت (خالص اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے) نہیں کریں
گے۔

روایت نمبر 33: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے اہل
بیت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک روز فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی
بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمہارے ساتھ محض میری وجہ
سے محبت نہ کرے۔ اے لوگو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ میری
سفارش سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور اولادِ عبدالمطلب اس
شفاعت کی امید سے محروم ہیں۔

روایت نمبر 34: مندرجہ ذیل حدیث کے بہت سے طرق ہیں
اور مختلف ذرائع سے پہنچی ہے۔ امام ابن حجر مکی اور حافظ سخاوی
نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اور دونوں نقل کرتے ہیں کہ ابولہب
کی بیٹی ماجر بنکر مدینہ منورہ پہنچی۔ بعض لوگوں نے اس کو کہا کہ تُو
تو حمالة الحطب کی بیٹی ہے۔ تجھ کو یہ ہجرت کام نہ دے گی۔
انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے یہ شکایت کی،
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہو گئے اور منبر پر خطبہ دیتے
ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا
حال ہوگا جو کہ میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا پہنچا کر

مجھے ایذا دیتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ جو شخص میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو دکھ پہنچایگا، تحقیق وہ مجھ کو دکھ پہنچائے گا اور جو مجھ کو دکھ پہنچائے گا وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دکھ پہنچائے گا۔

اس حدیث کو ابن ابی عاصم اور طبرانی اور ابن منذہ اور بیہقی نے ملتے جلتے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس خاتون کا نام ایک روایت سے درہ ثابت ہے اور دوسری سے سبیحہ ثابت ہوتا ہے۔ یا تو یہ ایک ہی خاتون کے دو نام ہیں، یا ایک اس کا اسم دوسرا لقب ہے۔ یا یہ دو عورتوں کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور یہ قصہ پھر دونوں طرف راجح ہے۔

روایت نمبر 35 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دو عمرے اعمال سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ یعنی ان میں بذاتِ خود کمال موجود ہے۔ (1) نیک بیوی، (2) نیک اولاد، (3) لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، (4) اپنے شہر میں حسن معیشت (5) حب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

روایت نمبر 36 : طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اوسط میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام اور ارشاد یہ تھا میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے میرا خلیفہ بنو، یعنی ان کی مشکلات اور ان کے حوائج میں سعی نیک کرتے رہنا۔

روایت نمبر 37 : حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کو تین عادتیں سکھائی جائیں۔ پہلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، دوسری اللہ کی تعظیم، تیسری اللہ کی حمد و ثناء۔

محبت، عیسری قرآن کی تلاوت۔

روایت نمبر 38: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین محرمات بتلائے جس نے ان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے اس کے دین اور دنیا دونوں کو محفوظ رکھا۔ اور جس نے ان کو ضائع کیا اور بیحرمتی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بالکل بھلا دیا۔ اور اس کی کسی قسم کی حفاظت نہ کی صحابہ کرام نے سوال کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کونسے محرمات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (1) حرمت اسلام، (2) میری حرمت، (3) اور میرے رشتہ داروں کی حرمت۔

روایت نمبر 39: متقدمین اور متاخرین میں سے بڑی بڑی بزرگ ہستیوں نے باتفاق رائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی محبت کو واجب تسلیم کیا ہے، اور سلف صالحین اور ان کے متبعین اسی نسبت پر قائم رہے ہیں، بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔

روایت نمبر 40: بخاری شریف میں ایک حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے ارقبوا محمداً فی اہل بیتہ اس حدیث کی تشریح علامہ ابن علان نے ریاض الصالحین کی شرح لکھتے وقت امام نووی کا حوالہ دیتے ہوئے یوں کی ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے اہل بیت کی تعظیم اور تکریم کرو ان کا پاس خاطر اور ان کا احترام لازمی

سمجھو۔

امام سناوی فرماتے ہیں کہ حافظ زرندی کا قول ہے کہ علماء مجتہدین اور ائمہ مہتممین میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں گذرا جو کہ خلوص دل سے اور شوق قلبی سے اہل بیت کی محبت میں گزار نہ ہوا ہو، اور جس نے اس حصولِ نعمتِ مودتِ اہل بیت پر فخر نہ کیا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زیرِ بحث آیت میں حکم دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ زرندی علیہ الرحمہ نے علماء مجتہدین اور ائمہ کرام کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وہ امت کی قیادت کرنے والے تھے۔ کیونکہ امام اور مجتہدین شرع محمدی میں ایک بڑا بھاری رتبہ ہے۔ اور امام مجتہد تو تبھی بنے تھے کہ ان کے اندر قیادتِ امت کا مادہ موجود تھا۔ تو جب قاضیین امت کی یہ صفت ہو تو اسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے خلاف کرے۔ جب علماء امت کا یہ وصف تھا تو ایمان کا یہ وصف ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ”بے جا اہل بیتِ علیہ السلام ہے۔“

کیونکہ یہ وصف کس کا ہے؟ کاشمیں امت کا ہے، مجتہدین اور ائمہ کا ہے۔ (چاروں مجتہدین) تمام اماموں کا ہے۔ تو پھر کہیں نہ مجتہد کی تقلید کریں اور اماموں کے وصف کو اپنا وصف کہیں نہ بنائیں۔ جتنا کسی میں یہ وصف تریاہ ہوگا، اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا۔ اسی لئے تریاہ لفظِ ایمان لیتے والے اور تریاہ فخر کرنے کے لئے وہی علماء مجتہدین اور ائمہ مہتممین میں جنہوں نے اہل بیت کے ساتھ موالات کی۔

موالاتِ اہل بیت کے بارے میں علمائے مجتہدین کے حالات

(باب دوم)

(1) پہلا امام جس نے محبتِ اہل بیت کا عملی ثبوت دیا ہے وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے ابراہیم بن عبد اللہ المحض بن حسن شنی بن حسن، سبطِ رسول کے ساتھ موالات کی، اور ان کے بھائی محمد کے ساتھ بھی رشتہء موالات قائم کیا۔ ان کی خدمت اور صحبت کو لازم قرار دینے اور اس ابتلاء میں پڑ کر سختیاں جھیلنے میں امام اعظم سب امت کے افراد سے جو انمرد ثابت ہوئے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ قضا کی مسند سے انکار بظاہر ایک بہانہ تھا۔ حقیقی امر جو حضور کو قید خانے کی طرف لے گیا تھا، وہ اہل بیت کی محبت تھی۔

آگے چلئے۔ اب امام مدینۃ رسول (جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دارالہجرت تھا)، مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال ذرا سن لیجئے گا۔ آپ نے ابراہیم بن زید بن علی یعنی زین العابدین بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موالات کی۔

سادات کے ساتھ وفاداری اور محبت میں ثابت قدمی کے لحاظ سے یہ بھی ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جو انمرد ثابت ہوئے۔ کیونکہ اس خاندانِ سادات کے چشم و چراغ کی محبت کی وجہ سے کئی سال چھپے رہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ شخص جس کے ساتھ

امام مالک بن انس نے محبت کا سلسلہ جوڑا تھا وہ محمد ہے جو کہ اس ابراہیم کا بھائی تھا جو کہ عبد اللہ المحض کا بیٹا تھا۔ اور یہ عبد اللہ حسن ثنی کا بیٹا تھا۔ اور حسن ثنی، حضرت حسن سبط رسول کا بیٹا تھا۔ یعنی اس ابراہیم کے بھائی کے ساتھ جس کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی موالات کی تھی۔

اب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنئے۔

اس کے سوائے محبت اہل بیت کا ان کے حق میں اور کیا ثبوت دوں کہ انہوں نے اپنی پرہیزگاری اور باریک بینی، بصیرت اور تقویٰ کے باوجود یزید بن معاویہ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اس پر لعنت بھیجنے کو جائز قرار دیا۔ جب انہوں نے اپنے دلائل سے یہ کفر یزید اور اس پر جواز لعنت ثابت کر دیا تو کیا یہ آلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا باعث نہ تھا تو اور کیا تھا؟

اب آپ ذرا امام قریشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے یعنی امام محمد بن ادریس المعروف بہ امام شافعی کا حال تو سن لیجئے۔

اہل بیت کی محبت کا یہ متوالا، اللہ جل شانہ، اس سے راضی ہو، زنجیروں سے جکڑا ہوا بغداد کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی محبت اور مستی عشق اہل بیت کا قصہ کیا بیان کروں، اس پر ایسے مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ میں اس کی تشریح کرنے سے قاصر ہوں۔

آپ کی اہل بیت کے ساتھ عقیدت اس حد تک کج گئی کہ بعض کج رفتار اور گمراہوں نے آپ پر رفس کی شتم گاری کی یعنی یہ کہہ دیا کہ آپ معاذ اللہ رافضی ہیں۔ اسی لئے امام شافعی نے

مطالع الانوار

فی

فضائل اہلبیت النبی المختار

ترجمہ
حضرت علامہ سید محمد زکریا شاہ بنوری
رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

فقیر محمد امیر شاہ قادری الکیلانی
یکہ توت پشاور شہر

ناشر

شاہ محمد غوث اکیدی
یکہ توت پشاور
رحمۃ اللہ علیہ

جواب دیا۔

ان کان رفضاً حب آل محمد
فيلشهد الثقلان اني رافضي
ترجمہ: اگر حب آل محمد کا نام رافضی ہونا ہے تو اے جن و انس
کے دونوں گروہو! تم گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں۔

اور اسی امام شافعی نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
محبت کو فرض قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل دو شعر عربی میں کہے۔

يا آل بيت رسول الله حباكم
فرض من الله في القرآن انزله،
يكفيكم من عظيم الفخر انكم
من لم يصل عليكم لا صلوة له،

(ترجمہ بہ زبان اردو): اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے اہل بیت آپ کی محبت کی فرضیت اس قرآن پاک میں
مذکور ہے جو کہ اللہ جل شانہ، نے اتارا، آپ کیلئے یہ بھاری فخر
کافی ہے کہ جو شخص نماز میں آپ پر درود نہیں بھیجتا، اس کی نماز
تمام ہی نہیں ہوتی، بلکہ وہ نمازی ہی نہیں۔

علامہ صبان نے اپنی کتاب اسناف الراغبین میں لا صلوة
لہ، کی تشریح یوں کی ہے۔ یعنی ایسے شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی یا
کامل نہیں ہوتی اور فی القرآن انزلہ، کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے
کہ یہ آیت مبارک قل لا اسئلكم کی طرف اشارہ ہے۔ اے مسلمان
اور اے وہ شخص جو میرے اس مضمون کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو

اور خاص کر جھکو خیر عطا فرماوے۔

ان ائمہ مجتہدین کے حالات پر غائرانہ نظر کریں، یہ امت کے لئے باعثِ سراسر ہدایت ہیں۔ اہل بیت کی محبت کے لئے جو ان کے اقوال ہیں ان سے مطلع ہونا چاہیئے۔

فیصلہ کن امر یہ ہے کہ اگر تو سنی مسلمان ہے تو خواہ مخواہ ان چاروں میں سے کسی ایک کا مقلد ضرور ہوگا، یعنی دینی امور میں تقلید ضرور کرے گا۔ پھر باوجود اس یقینی امر کے کہ ان چاروں کا ایک دوسرے کے ساتھ بڑا بھاری اختلاف تھا (دینی امور میں) لیکن وہ اس اہل بیت کی محبت کے معاملے میں سب کے سب متفق ہیں۔ جیسا کہ اوراقِ گذشتہ کے مطالعہ سے ثابت ہوا۔

اے میری اس کتاب، ”فضائلِ اہل بیت“ کو پڑھنے والے، اگر تو یزیدی یا زیادی ہے تو اپنے نامراد اور کم ہمت آباؤ اجداد کی سیرت کا غور سے مطالعہ کر تو ان کی سیرت کو پڑھ کر معلوم کر لے گا کہ وہ ناری تھے اور ان کے حالات کو انسانیت سوز اور باعثِ عار دیکھے گا۔ اور اگر تو یزیدی نہیں بلکہ عقلمند اور صاحبِ بصیرت ہے تو یقیناً ان کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ تم کو یہ معلوم ہے کہ وہ سب سے بڑی گمراہی اور سب سے رذیل جہالت پر ڈٹے ہوئے تھے۔ پھر ان کے برعکس اور ان کے خلاف عمل پیرا ہو کر تو جنت میں داخل ہوگا جو کہ پرہیزگاروں کا گھر ہے۔ اور ان لوگوں کے گروہ میں تمہارا شمار ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ اور وہ نبی، صدیق، شہید اور صالحین ہیں۔ اور اگر تو اپنے یزیدی اسلاف کی مشارکت چاہتا ہے تو تیری جگہ دوزخ ہے جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ تو گھر

ان کا طریق اختیار کر۔ گمراہی میں سبقت لے جانے والوں کو جو کچھ ملا وہ تم کو بھی مل جائیگا۔ جس چیز پر ان کو کامیابی حاصل ہوئی تم کو بھی حاصل ہوگی۔ اور جس طرح وہ ہلاکت اور تباہی کے وبال کے حقدار ہوئے تو بھی ہو جائے گا۔ اور تو دوزخ کی طرف اس طرح گھسیٹا جائے گا جس طرح کہ وہ زنجیروں اور طوقوں سے گھسیٹے گئے۔

تیرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ دونوں راستوں میں سے ایک راستہ تلاش کرے۔ پس دونوں میں سے جو نسا تو چاہتا ہے اپنے لئے اختیار کر۔ اور اس انتخاب کا نتیجہ بھی دو نتیجوں میں سے ایک ہوگا۔ جنت یا دوزخ۔

باب سوم

(فصل اول)

ائمہ مجتہدین کے اقوال و حالات دربارہ موالاتِ اولادِ سیدالابرار ختم ہو گئے۔ اب مشاہیر علماء امت مثلاً علامہ عبدالوہاب شعرانی اور سلطان العارفين اور امام الصوفیہ شیخ الاکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہما کا مسلک قابلِ غور ہے۔ واضح رہے کہ ان مشاہیر علماء کی کتب کو اہل سنت و الجماعت کے ہاں ایک نہایت ہی بلند پایہ نصیب ہے اور مشارالہ ہو چکی ہیں۔

ان میں سے ایک شخص حضرت عبدالوہاب شعرانی ہیں، وہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا بھاری احسان کیا ہے اور مجھ

کو یہ سعادت نصیب ہے کہ میں ساداتِ کرام کی بڑی تعظیم کرتا ہوں، اگرچہ لوگ ان کے نسب میں طعن سے کام لیں، مگر میں ان کی تعظیم بھی کرتا ہوں جن کا مجھ پر حق ہے، اسی طرح اولیاء، علماء کی اولاد کی تعظیم و تکریم بھی شرعی طریق سے کرتا ہوں، ان سب سے بڑھ کر میں سادات کی توقیر و تکریم اس طرح کرتا ہوں جس طرح کوئی شخص والہی مصر کی کرتا ہے۔ یا قاضی العسکر کی، کیونکہ ساداتِ کرام، نائبِ رسول ہیں۔ ساداتِ کرام کے متعلق ہم کو مندرجہ ذیل رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

ان تمام آداب میں سے جن کا ذکر اس مختصر رسالہ میں ناممکن ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص اس مسند پر یا اس فرش پر یا اس صف پر نہ بیٹھے جہاں کہ خاندانِ سادات کا کوئی فرد بیٹھا ہوا ہو، بلکہ اس مرتبہ سے نیچے ہو جائے اور اب کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ ایک مسند پر نہ بیٹھے۔ لیکن سید کے لئے یہ حکم نہیں۔ سید سید کے ساتھ ایک صف یا ایک مسند یا ایک مرتبہ پر بیٹھ سکتا ہے۔ پھر ہم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم ساداتِ کرام کی مطلقہ عورتوں سے نکاح کریں۔ یا سادات کے خاندان کی ان عورتوں سے شادی کریں جن کے خاوند (سید) فوت ہو جائیں، یہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی مندرجہ بالا دو قسم کی خواتین (سیدہ) کے علاوہ کسی اور سیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو پہلے مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب مہیا کرے۔

یہ سیدہ جس کو تم نکاح میں لائے ہو، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ یا ان کے گوشت کا ٹکڑا ہے۔

مگر وہ اٹھے تو اوب کے لئے کیا تو بھی قیام کرے گا؟ اور دست بستہ
 کھڑا رہے گا؟ پھر جب وہ چلنے لگے تو اس کی نعلین اٹھا کر خود اپنے
 ہاتھوں سے اس کے آگے نہ رکھے گا؟ کیا اتنی پابندی تجھ سے ہو سکے
 گی؟ پھر جب اس کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو فوری تعمیل
 کر سکے گا؟

فرض، واجب، ست اور مستحب تو درکنار، اگر اس کی
 حاجت کسی مباح کام کی طرف ہو تو کیا اس کو منع کر سکے گا؟ کیا ہر
 وقت تو اس کی رضا کا جویاں بنا رہے گا؟ یہ تو سیدہ خاتون ہے۔
 تیرے لئے تو اس کے ورود پر قیام واجب ہے۔ اس کی رضا طلب
 کرنا ہر وقت واجب اور اس کی خوشنودی فرض ہے۔ پھر اگر وہ تجھ
 کو یہ کہدے کہ میرے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح نہ کرو، یا کوئی بھی
 لونڈی نہ رکھو، تو کیا تو اس کی رضا اور خوشنودی کے برخلاف کر سکے
 گا۔

پھر اس کے کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑوں کے حق میں
 ذرہ بھر بھی تنگی کر سکے گا۔ اپنی استطاعت اور توفیق سے بڑھ کر
 محض اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے نان نفقہ دے سکے گا اور اگر
 تنگی کرے گا تو کیا تیرا یہ بہانہ اس کیلئے قابل قبول ہوگا کہ ”
 تمہارے جد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر اور
 فاقہ کو قبول کیا۔“ ہرگز نہیں۔ وہ سیدہ تو جیسا میں نے اوپر بیان
 کیا ہے بضعہ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ اس کی رضا اور
 خوشنودی تو تم پر واجب ہو رہی ہے۔

پہلے بتائیے کہ جس نکاح کے ساتھ اس قدر پابندیاں عائد کر دی

جائیں، اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور پھر ان پابندیوں کے ساتھ عالمی کا نکاح سیدہ سے ہو کیسے سکتا ہے؟ یہ تو سید کا حق ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حق طرفین لازم و ملزوم ہے۔

اسی طرح حضرت علامہ فہام، عبدالوہاب شعرانی، اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہم تمام مسلمانوں کو مستفید کرے۔ اپنی دوسری تصنیف ”بحرالمورد فی الموائق والعہود“ میں فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ وعدہ لیا گیا ہے کہ ہم ہرگز کسی سیدہ کے ساتھ نکاح نہ کریں گے۔ یہ تو ہم تب ہی کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے ہم نفسوں کو ان کا خادم اور ان کے خادموں میں سے گن لیں، یا تصور کر لیں، کیونکہ وہ جگر گوشہ، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھ لے کہ میرا نفس بہت ہی محکوم اور رفیق ہے یعنی سیدہ کے حق میں بغایت مطیع ہے۔

اور عقیدہ یہ رکھتا ہو کہ جب میں اس سیدہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے باہر ہو جاؤں تو میری شرعی سزا وہ ہوگی جو کہ ایک مالک سے بھاگے ہوئے غلام کی ہوتی ہے۔ اور وہ بہت برا ہوتا ہے۔ پس وہی شخص نکاح کر سکتا ہے اور جو یہ شرائط پوری نہ کر سکے، اور مندرجہ بالا عقیدہ نہ رکھتا ہو، ہرگز اس کے لئے یہ کام جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص تبرک اور سلامتی کے لئے کسی سیدہ سے نکاح کر لے۔ اور یہ ارادہ کر لے کہ میں اس پر دوسری عورت نکاح میں نہیں لاؤں گا، نہ لونڈی رکھوں گا۔ نہ اس کے ساتھ محل بنائوں گا۔ نہ منافقت برتوں گا۔ تو اس کو میں یہ نصیحت کروں گا کہ تبرک اور حصول سعادت تو اور طرح سے بھی ممکن ہے۔

علی کو تھے یہ تیرک توہ صلی علیہ وسلم سے ہو کر جو صحت
سلطنت و صلاحی بنی ہوئی تھی یہ کہوں سے تھی نقد سے
تھی کیا ہو۔

اگر تھیں محبت ان کے ساتھ ہیں ہے میں ہو رہی ہیں
کے ساتھ تو تم سے جو چیز ہے خیرہ چست میں تم میں ان کے
تجربہ کیوں تیرک ہو صحت سے۔

وہ صحت ہیں تم سے میں اس بات میں
تھیں ہے تو کہ ہے نفس کو یوں ہی خوشی و اس میں مشابہ
جیسا کہ ایک تیرک ہو ایک سید کے سے تو یہ وہاں کے
جس کے میں میں ان کی یہ نسبت ہو کہ وہ ہو رہی ہیں صحت
کو اپنی جان سے اپنے دل کے وہ اپنے ہیرو سے زیادہ عزیز
کے ہیں یہ جو چیز تو صحت ہو وہ نہیں ہے یہ ان کے وہاں
کے ہیں رہیں میں انہیں وہ وہاں وہ وہاں کے وہ وہاں
پہنچا ہے جب یہ صحت سے تو وہ صحت میں رہا صحت سے
پھر علم فرم کے ہیں کے فرمے میں کہ تم سے یہ
عمل لہ جتا یہ چپکا ہے کہ اگر صحت میں میں ہیں تو یہ صحت
میں ہو، جس کے تم میں ہیں وہ اس کے سے تم نے کئی چیز
تیر کیا ہو۔

پھر ایک سید تو کہ اس قدر صحت سے کہ سو سے دن
رات کی قوت و بصیرت لہ سوالے میں اس کے پس کچھ نہ ہو تو تم
کو چاہیے کہ اس کا سوال صحت خیر بنی پر نہ کہ نہ ہو اس کی
نسبت قبول کر میں، کہ تم خیر با قوت اس قدر صحت سے کہ

اس کی وجہ سے پیغام نکاح کو رد کیا جاوے بلکہ فقر ایک سعادت ہے جس کی تمنا خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خالق لایزال سے یہ سوال کیا کہ اے میرے خالق مجھ کو فقر کے گروہ سے اٹھائیے اور مساکین میں میرا حشر ہو۔

اور پھر دعا مانگی کہ اے مالک الملک اولاد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رزق قوت لایموت کر، یعنی اگر صبح کو کھالیں تو رات کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچے، اور اگر رات کو کھالیں تو صبح کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچے۔

اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اولاد کے لئے طلب کرتا ہے وہ ہر لحاظ سے اعلیٰ و برتر ہوگی۔ جس شخص نے اس فقیر اور مفلس سید کے سوال کو رد کر دیا، جس نے نکاح میں اس کی بیٹی طلب کی تو اندیشہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ غنی ہے اور بے پرواہ ہے۔

(باب سوم کی پہلی فصل ختم ہوئی)

فصل دوم

مسلم سیدی محی الدین بن عربی

امام صوفیاء اور سلطان عارفین ریح الکبیر

بن عربی "فتوحات مکیہ" کے آئینوں کے

ارٹھو فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو

سید سے اگر کوئی خطا سرزد ہو تو اس کی مذمت کرے۔

کیونکہ مطہر ثانی میں سادات اور اہل بیت کے فضائل کے بارے میں آیتِ تطہیر کی تشریح کر دی گئی ہے اور وہاں بھی شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی عبارت دربارہء فضائلِ اہل بیت نقل کی جا چکی ہے۔ آدم بر سرِ مطلب جب اللہ تعالیٰ نے ان کو رجس سے پاک کر دیا ہے تو اب انکی مذمت کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیے کہ اس مذمت کا وبال اسی کی طرف رجوع کرے گا۔ اور اگر سادات سے اس کو تکلیف بھی پہنچ جائے تو بھی یہ شخص ان کی مذمت اور توہین نہ کرے۔ کیونکہ یہ تکلیف جو اس شخص کو ان کی طرف سے پہنچی ہے حقیقت میں یہ تکلیف نہیں ہے صرف یہ اس کا زعم ہے (خیال ہے)۔

اگرچہ ظاہری شرع اس کو سختی کہے اور ظاہر میں سادات کی طرف سے سختی یا صعوبت تم پر آجائے تو یہ ظلم یا یہ صعوبت یا یہ سختی جو کسی مسلمان غیر سید پر سید کی طرف سے لاحق ہے۔ اس کو یوں سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا قلم چل گیا ہے اور یہ امر لابدی ظاہر ہونا تھا۔ اور مامور من اللہ تھا، رضائے مولا تھی، ” رضائے مولا بہر حال اولیٰ “ اس کو مندرجہ ذیل مثال سے ذہن نشین کرتا ہوں۔

کیا کبھی کبھی امور مملکہ اور ہالکہ سے کھیتی نہیں جل جاتی، مال قنا نہیں ہوتا، سیلاب سے اموال و مویشی تلف نہیں ہوتے، آسمان سے بجلی گرتی ہے تو کیا اثمار اور نفوس ضائع نہیں ہو جاتے۔ کیا اہل جان پر آفت ربی نازل نہیں ہوتی، کیا نصابوں اور نفوس میں

کی واقع نہیں ہوتی، یہ تمام آفات و بلیات ناخوشگوار نہیں ہیں؟
 ذرا سوچئے تو جب یہ واقعات روپذیر ہوتے ہیں تو کیا اس
 وقت قضاء و قدر کو کوسنا جائز ہے۔ کیا اللہ جل جلالہ کی تقدیر کی
 برائی کرنا اور شکوہ کرنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ صبر و رضا کا پہلو
 اختیار کرنا چاہئے۔

ان مثالوں سے واضح ہو گیا ہوگا کہ سادات کرام کی جانب
 سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو یہی شیوہ اختیار کرو، یہ مسلک بزرگانِ
 دین ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں، ”ان نزل عن هذه المرتبة فبالصبر و
 ان ارتفع عن تلك المرتبة فبالشكر“

ترجمہ: اگر ایک مسلمان اپنے مرتبہ سے گر جائے تو صبر کرے۔
 اور اگر اپنے مرتبہ سے اللہ تعالیٰ اس کو اور بلند کرے تو شکر کرے،
 یہی سبق فقر اور رضا اور شکر ہے۔

اگر مصائب و آلام پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے اس مصیبت زدہ کو نعمتائے وافر ملیں گی، اور اگر اس کے
 برعکس کارروائی کرے گا تو اس کو کبھی بھی نیکی نہیں پہنچے گی، کیونکہ
 اس کا عکس مولائے کریم کی ناراضگی اور عذاب کے سوائے اور کچھ
 نہیں، اس مخالف کا حشر بے اولوں کے زمرے میں ہوگا۔
 ان جزئیات سے تین کئیے پیدا ہوتے ہیں۔

(1) ایک مسلمان کے مال، اولاد، آبرو اور رشتہ داروں کے اگر
 ایک سید (اولادِ رسول) سے کچھ تکلیف پہنچ جائے، تو رضا، تسلیم

اور صبر سے ان شدائد کا مقابلہ کرے اور قطعاً مذمت نہ کرے۔

(2) اگر شرع دین متین کے لحاظ سے احکام شرعیان کے

135360

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں ؟

نام کتاب ————— مطالع الانوار (عربی)

مصنف ————— علامہ سید محمد زکریا شاہ صاحب بنوری پٹاؤ

اردو ترجمہ ————— (فیض) سید محمد امین شاہ قادری الگیلانی

ناشر ————— شاہ محمد غوث (رحمۃ اللہ علیہ) اکیڈمی
یکہ توت پشاور شہر

مطبع ————— رضوان پرنٹرز قلعہ خوانی پشاور

سائز ————— ۱۸/۲۳
۸

برخلاف ثابت ہو جائیں تو ان پر جرح، قرح، ان کی عیب جوئی، ان کی مذمت نہ کی جاوے۔ بلکہ یہ سب کچھ تقدیر کے قائم مقام ہے اور اسی طرح ازل میں قلم چل چکا تھا۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کی مذمت سے ہم اس لئے منع کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سے اس بات میں ممیز کیا ہے کہ فضیلت اور شان ان کی ہے یا جو کچھ ان کو حاصل ہے وہ ہم کو حاصل نہیں، اور نہ ہماری وہ شان ہے جو ان کی ہے۔

(3) اگر ان کے ذمہ حق العباد ہیں اور ان کے حقوق انہوں نے ادا نہیں کئے تو ان کے لئے پہلے تمہیداً ایک حدیث بیان کرتا ہوں۔

حدیث نمبر 40 : حضور آقائے نادر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں سے قرض لیا کرتے تھے اور جب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے تھے تو احسن طریقہ سے ادا کر دیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر 41 : جب ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت کلامی کی تو فرمایا ”اس کو چھوڑ دو“ (جبکہ صحابیوں نے اس کو ڈانٹا) ”کیونکہ صاحبِ حق ہے۔ اس کو مجھ پر حق ہے۔ یہ ضرور باتیں کرے گا۔“

حدیث نمبر 42 : اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک واقعہ کے بارے میں فرمایا ”اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چوری کرتی تو ضرور اس کا ہاتھ بھی چوری کی سزا میں کٹ جاتا، (اللہ تعالیٰ نے ان کو بچایا تھا اور وہ معصوم تھے)۔“

پس یہ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں ان کی ادائیگی ضروری

ہے۔ ان پر احکام جاری ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے حکم جاری کرے گا اور جس حال میں کوئی شخص ہو اس پر حقوق کے احکام جاری ہوں گے، لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ اتنی پابندی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سادات کی مذمت نہیں کی اور سوال یہ پیدا ہوا کہ بات تو ہمارے حقوق اور ہمارے مال کے متعلق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو اختیار دیا کہ اگر چاہو تو اپنے حقوق کا مواخذہ ایک دوسرے سے کرو، یا چاہو تو بخش دو، اور مواخذہ ترک کر دو۔

پھر فرمایا کہ بخش دینا اور حقوق کی ادائیگی کو طلب نہ کرنا افضل ہے۔ جب غیر سید کا سلوک غیر سید کے ساتھ یہ ہونا چاہیے جو کہ بیان کر دیا تو ذرا سوچنا چاہیے کہ غیر سید کو اہل بیت کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

کیا ہم اگر ان کو ایسے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں معاف کر دیں یا مواخذہ ترک کر دیں تو اس پہلی شق سے بدرجہا زیادہ ثواب حاصل نہ ہوگا؟

پھر جب ہم کو یہ حکم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی برائی نہ کرو یعنی غیر سید کی برائی نہ کرے تو کس طرح جائز ہوا کہ غیر سید، غیر سید تو درکنار سید کی برائی کرے۔ یہ نہیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ان تین کلیات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ اگر مواخذہ اور ان حقوق سے دست بردار ہو جائیں جو کہ ان کے متعلق ہیں اور ہماری طرف سے ان پر مواخذہ نہیں کی جائے تو اس کے بدلے میں بھاری بھاری عیب

تائید ہمارے شامل حال ہوگی۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اللہ تعالیٰ کی رسالت کے بدلہ میں کچھ نہیں طلب کیا۔ سوائے اس کے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کریں اور اس میں صلہ رحمی کا راز بھی مخفی ہے۔

پھر ایک اور بات بھی ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا ہے (یعنی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرنے کا) تو جس نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کو باوجود توفیق اور قدرت کے قبول نہ کیا تو کل قیامت کے روز کس منہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقی ہوگا؟ اور کس طرح ان کی شفاعت کی امید رکھے گا؟

اس کا حل یہ ہے کہ اس نے شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کیا ہے۔ اس نے اپنی آل و اولاد کا اس سے سوال کیا تھا اور اس نے رد کر دیا تھا۔

اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ اے امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ایک دوسرے کی قرابت کا خیال رکھو اور ان سے محبت رکھو تو پھر یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوال ہے جو اس کو رد کرے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روزِ محشر شرمندہ ہوگا۔ اور شفاعت سے محروم ہوگا۔

اب میں سوال کرتا ہوں کہ جب اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مودت کا معاملہ نہ کرنے سے یہ حال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے کے مطالبہ میں پورا نہ اترنے کی سزا تو اور بھی زیادہ زیادہ ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ

والہ و سلم کے قرابتدار یہاں خاص ہستیاں ہیں، پھر نیکی کا لفظ نہیں، احسان کا نہیں، حسن سلوک کا نہیں بلکہ موت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا معنی محبت ہے۔ جس کسی سے کسی کام میں محبت کا ہونا ثابت ہو جائے وہ ہمیشہ اس کام کو کرتا ہے، اور کبھی بھی ترک نہیں کرتا۔ ہر حال میں اس کا یہی شیوہ ہے۔ محبت ایک غلبہ ہے، استیلا ہے، وہ بڑے بڑے کام کراتی ہے، پھر یہ شخص کس طرح محبت کا دم بھرنے کے باوجود سادات سے ان حقوق کا مطالبہ کرے گا جو اس کے مال کے بارے میں ان کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

یہ عاشق اہل بیت مصطفیٰ ضرور ایثارِ نفسی کرے گا، قربانی دے گا اور حقوق کی خاطر نہیں بلکہ محبت و عشقِ رسول و اولادِ مصطفیٰ کی خاطر اپنے حقوق بخش دے گا یا ترک کرے گا۔ مواخذہ نہیں کرے گا۔ ایک عاشق صادق نے کیا ہی اچھا کہا کہ ”محبوب کے ہاتھ سے جو تکلیف پہنچے وہ بھی محبوب ہے۔“

كُلُّ مَا يَفْعَلُ الْمَحْبُوبُ --- محبوب اور قیس لیلیٰ کی تصویر کو سامنے رکھ کر کہتا ہے۔ ”میں اپنی معشوقہ کی خاطر از روئے خوبی و وفا تمام کالے رنگ کے لوگوں کے ساتھ محبت کرتا ہوں، یہاں تک کہ میں کالے رنگ کے کتے سے بھی محبت کرتا ہوں۔“

واضح ہو کہ قیس کی معشوقہ لیلیٰ کا رنگ سیاہ تھا۔ ایک سیاہ رنگ کی کتیا اس کوچہ سے گذرا کرتی تھی جہاں کہ قیس کی معشوقہ لیلیٰ رہتی تھی، یہ کتیا قیس کے ساتھ لپٹ جاتی تھی۔ قیس اس کے

ساتھ بہت محبت ظاہر کیا کرتا تھا اور اس کے پاؤں چوما کرتا تھا۔ کیونکہ اس کا گذر مسکن محبوب پر ہوا کرتا تھا۔ رات کو چاند سے نسبت خاص ہے جب رات ہو تو چاند نکلتا ہے تو قیس اپنی معشوقہ لیلیٰ کو اس طرح خطاب کرتا ہے۔

”میں اے معشوقہ محض تیری خاطر تمام حبشیوں سے محبت کروں گا۔ کیونکہ تو سیاہ رنگ ہے اور ان کا سیاہ رنگ ہونا اب ان کے لئے باعثِ زینت ہے۔ اور یہ تیری خاطر ہے۔ اور محض تیرے نام کی خاطر میں بدر منیر چاند سے دل بستگی رکھتا ہوں۔“

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ یہ قیس اپنی معشوقہ کے ساتھ اس قدر والہانہ محبت رکھتا ہے کہ اس کتے کے قدم چومتا ہے جو لیلے کے کوچہ سے ہو کر آتا ہے، اگرچہ اس کا یہ فعل غیر مشروع ہے اور اس سے اسے باری تعالیٰ کا قرب ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور اس فعل میں ہم اس کو سعید نہیں سمجھتے لیکن یہ کام اس نے کیوں کیا۔ سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں بن پڑتا کہ یہ اس کے عشق کا خلوص اور صدق محبت کا جوش تھا۔

اب کہ اپنے مضمون کو نئے سرے سے شروع کرتے ہوئے میں یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر تیری محبت اہل بیت کے ساتھ اس درجہ کو پہنچ جائے اور تو ان کے حقوق جو ان پر واجب الادا ہیں معاف کر دے۔ پھر تمام وہ کام جو ان سے تیری طبیعت اور مقصد کے خلاف سرزد ہوئے ہیں، اور تم کو ان سے تکلیف بھی پہنچی ہے، تیرے لئے باعثِ جمال بن جائیں گے تو ان کے ذریعہ سے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دائمی لطف اٹھائے گا اور

اس نعمت کا حظ وافر تجھ کو ملے گا۔

اگر ان کی طرف سے یہ سختی تم پر نہ ہوتی تو یہ نعمت عظمیٰ تجھ کو حاصل نہ ہوتی، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے تم نے رشتہ موالات قائم کیا اور جن کی خاطر تم نے اپنے حقوق چھوڑ دیئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کی خاطر تم کو مقبول کرے گا اور اپنی عنایت سے محروم نہ کرے گا کیونکہ وہ معمولی ہستیاں نہیں ہیں۔ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں، محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں، جو کہ محب کو اور بھی محبوب ہوتے ہیں اور باری تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اور بھی زیادہ محبوب ہیں۔

بس اے مومن! اس نعمت کا شکر یہ ادا کر۔ اس ترک مواخذہ نے تجھ کو یہ یاد دلایا کہ تو کس کے ساتھ محبت کر رہا ہے۔ اور کس کی محبت خدا کی محبت بنتی ہے اور کس کی وجہ سے یہ رتبہ تم کو ملا۔ یہ سب کمال اس امر میں پوشیدہ تھا کہ تو نے اہل بیت سے اپنے حقوق سے متعلق مواخذہ نہیں کیا تم نے ایک سنت مطہرہ پر عمل کیا اور اہل بیت کی ہی یہ برکت تھی، کہ انہوں نے ہی تم کو یہ یاد دلایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ایک ایسی مطہرہ سنت ہے کہ تیرے علم کی رسائی اس تطہیر تک ہو سکتی ہے، سبحان اللہ ایک دنیاوی خواہش یا لذت کو ترک کر دینے سے کیسے اعلیٰ نتائج پیدا ہوئے۔

اگر اس کے برعکس تو جب اہل بیت میں ناقص ثابت ہوا اور میرے پاس آکر میری محبت کا دم بھرنے لگا تو

میں کس طرح تجھے اس محبت میں صادق سمجھوں گا۔

جب تو نے اہل بیت کے ساتھ جفا کی میرے ساتھ کیا وفا کرے گا۔ وہ اہل بیت جن کا تجھ پر بہت احسان ہے اور جن کے طفیل تم پر اللہ نے احسان کیا، جن کی خاطر تو نے ہدایتِ اسلام پائی۔

اب لازمی مضمون میں فیل ہو کر اختیاری مضمون میں پاس بھی ہو جاؤ تو کچھ فائدہ نہیں۔ میں تمہاری اس دوستی پر کبھی بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ میرے حقوق کس طرح ادا کر سکتے ہو، جب کہ تم نے اہل بیت کے حقوق ادا نہیں کئے۔ جب ان کی طرف سے کچھ تکلیف پہنچی تو تم اس محبت میں ثابت قدم نہ رہے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ یہ تیرے ایمان کی کمزوری ہے۔ جن کی شفاعت کا تو محتاج اور جن کے احسانات کا تو مقرر تھا۔ ان کے ساتھ تونے یہ برتاؤ کیا۔ میرے ساتھ تمہارا کیا واسطہ؟ یہ تمہارا مکر اور شیطانی سیاست ہے۔ ادھر تو تو یہ کہتا ہے کہ میں اگر اہل بیت کو ناراض کروں یا اپنے حقوق کے مطالبہ میں ان پر سختی کروں، تو ہدایت اور دین کے راستہ سے دور ہوتا ہوں، اور ادھر یہ کہتا ہے کہ یہ حقوق کا مطالبہ شرعاً جائز ہے۔ وہ چیز مانگتا ہوں جو میری اپنی ہے، اور یہ تو تو اللہ کے ساتھ مکر کرتا ہے۔ تو نہیں جانتا اور یہ سمجھتا ہے کہ میں اچھا کام کر رہا ہوں، حالانکہ یہ منزل ہے، استدراج ہے یعنی مکر ہے، فریب ہے، دغہ اور فساد ہے۔

کیا ان سے حقوق کا مواخذہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو شرع کا پابند سمجھنا تمہارا بغض نہیں جو تم نے آل محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکھا، اور کیا یہ گناہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے نفس کو ان سے بہتر سمجھا۔ یعنی اپنے نفس کو راضی کرنے کے لئے ان کے نفس کو ناراض کیا۔ یا تو یہ سمجھا ہی نہیں اور انجان ہے اگر تو انجان ہے تو آؤ میں تم کو اس بیماری کا علاج بتاتا ہوں۔ یہ بیماری سنگین ہے لیکن میرے پاس اس کا علاج شافی ہے۔ پہلا نسخہ یہ ہے۔

(1) اگر تو ایک عام مسلمان ہے اور دنیاوی عز و جاہ کے لحاظ سے حاکم یا قاضی نہیں ہے تو تم سے کوئی یہ تقاضا نہیں کرے گا کہ مدعا علیہ پر شرعی حدود قائم کرو، یا شرعی سزا اس کو دے دو یا کسی مظلوم کی دادرسی کرو، یا حقدار کو حق دلاؤ۔ ضروری ہے کہ تم ان سب امور سے بری ہو گئے۔

اب تمہارا نسخہ میرے پاس یہ ہے کہ اپنے نفس کے حق کے مقابلہ میں سید کے نفس کو ناراض نہ کرو، حق سے دستبردار ہو جاؤ اور ان کے مقابلہ میں اپنے نفس کی کوئی وقعت نہ سمجھو تاکہ اس اپنے حق کی طلب میں کہیں اس فرست میں تمہارا نام نہ درج ہو جائے جو دشمن اہل بیت ہیں اور جن کا ذکر میں اس مقالہ کے شروع میں کر چکا ہوں۔

(2) دوسرا نسخہ اس صورت میں مفید ہوگا اگر تم حاکم یا قاضی شرع یا سلطان وقت ہو۔ ادھر سادات کے خاندان کا ایک چشم و چراغ ہے جو کہ مدعا علیہ ہے اور ادھر مدعی غیر سید ہے اور مخالف یا امر متنازعہ فی مابین محض ادائیگی حقوق ہے تو اپنے رسلوخ اور احسان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہلے یہ کوشش کرو کہ مدعی کو منظور بخشیں

کامیاب پر لھاؤ اور اس کو اس طلبِ حقوق سے دستبردار کر دو، پھر
 اگر وہ انکار کرے اور اپنا دعویٰ ترک نہ کرے تو وہ اس وقت ضرور
 تم سے شریعت کا فتویٰ طلب کرے گا۔ اور حقوق کی ادائیگی کا
 فرمان جس پر تمہاری مر اور دستخط مثبت ہوں، طلب کرے گا۔ پھر
 تم اس کو شریعتِ مطہرہ کا صحیح فتویٰ دکھا دو جو شخص اہل بیت کے
 ساتھ محبت اور احسان کرتا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 سوال کو قبول کر کے اپنی جگہ جنت میں بناتا ہے اور یہ بات مجھے
 باطنی مکاشفہ سے معلوم ہوئی ہے کہ اے ان کی شان کے منکر، اگر
 میری طرح تیری آنکھوں اور دل سے پردہ اٹھ جائے یعنی حجاب دور
 ہو جائے۔ تو تم کو وہ درجات معلوم ہو جائیں گے جو کہ اللہ تعالیٰ
 نے عقبیٰ میں ان کے لئے رکھے ہیں۔ اور پھر ان کی عند اللہ وہ
 شان دیکھ لے اور یہ خواہش کرنے لگ جائے کہ کاش میں ان کے
 غلاموں کا غلام ہوتا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کی اصلاح کے لئے ہم
 کو نیکی کا راستہ دکھائے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کا کلام اس جگہ ختم
 ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کلامِ پاک سے مستفید کرے۔
 (باب سوم کی دوسری فصل ختم ہوئی)

(ب) سوم فصلی سوم

حضرت سید الاکبر محی الدین ابن عربی کی رائے
دنیا کے اقطاب کے بارے میں

اور

فضائل اہل بیت کا اقطاب کے علم کے ساتھ
یعنی

فتوحات مکیہ کا اس بارے میں ایک اور باب
چند طور لکھنے کے بعد سید الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں کہ دنیا میں جتنے اقطاب گندے ہیں وہ قطبیت کے درجہ کو ہرگز
نہیں پہنچے جب تک کہ ان کو بذریعہ مکاشفہ یا اللہام سلوات کرام کا
درجہ اور ان کی شان معلوم نہ ہو چکی ہو اقطاب زلزلہ کے اسراروں
میں سے یہ ایک سر ہے کہ ان کو اہل بیت کے علو مرتبہ کا علم یعنی
تعمیر ہوتا ہے، یہ علم ان کو براہ راست خدا سے ملتا ہے۔
کیونکہ یہ باطنی مکاشفہ ہے اور یہ شان ان کی اللہ کے ہاں ہوتی ہے۔
دوم ان کو یہ علم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان لوگوں
کی کیا سزا ہے۔ اور کیا عذاب ہے اور کیا تدبیر ہے جو کہ اہل بیت
کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔

ان کے اس دعوے کے باوجود کہ ہم اللہ کے پیارے
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ پھر بھی
جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مودۃ فی القرنیٰ کا

حدیث شریف

عمران بن حصین سے روایت ہے، وہ فرماتے

ہیں کہ :

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

یہ کہ :
عَلِيًّا مَنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَوَلِيٌّ
كُلِّ مُؤْمِنٍ .

”جناب، علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) مجھ سے ہیں اور

میں ان سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے ولی ہیں۔“

(خصائص نسائی)

سوال کیا تو انہوں نے جبکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ بیچ تن میں سے ایک فرد ہے۔ اس سوال کا عملی طور پر کیا جواب دیا۔ حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ سوال پیش کرنے مامور تھا اور یہ اللہ کا حکم تھا۔ فرمایا ”قل“ فرمادیتے تھے۔ اب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کی نافرمانی کی۔ اور انہوں نے یعنی ان منافقین نے اہل بیت میں سے ان حضرات کے ساتھ محبت کی جن سے کچھ دنیاوی مقصد تھا۔ یا اپنے نفسانی اغراض کی آڑ میں محبت ظاہر کی، حالانکہ یہ اپنے نفسوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

”قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فى القربى۔ قل ما اسئلكم عليه من اجرٍ فهو لکم“ کی تطبیق جیسا کہ شیخ الاکبر کی فتوحات مکیہ کے 342 باب میں 223 صفحہ پر درج ہے اور ان سے متعلق حقائق و معارف و نکات عجیبہ فرماتے ہیں کہ

ہر ایک عمل کا اجر ہوتا ہے اور وہ اجر عامل کی طرف عاید ہوتا ہے۔ اسی طرح تبلیغ کی ادائیگی کا اجر ادا کرنے والے پر ہوتا ہے۔

جب رسولوں نے پیغام باری لوگوں تک پہنچا دیا تو اس ترسیل کا اجر ضرور ہے کیونکہ ترسیل ایک عمل ہے۔ اور جب ترسیل ختم ہوئی اجر واجب ہوا۔ اسی لئے پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی امتوں کو فرمایا اور ان کو بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے۔

سو ہر ایک پیغمبر یہ کہتا چلا آیا ”ما اسئلكم عليه من اجر“

کہ میں کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا ہوں، ان اجری الا علی اللہ تعالیٰ
 اجر خدا کے پاس ہے۔ ثابت ہوا کہ اجر ضرور مقرر ہے لیکن خدا
 پر ہے اور ان کا حق اس اجر کو ثابت کرتا ہے۔ جس کے وہ حقدار
 ہیں۔ جب باری سید المرسلین اور خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی آئی تو انہوں نے بھی یہی چاہا کہ پہلے پیغمبروں کی طرح
 اپنے اجر کو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ کرا دیں۔ لیکن ادھر معاملہ اور
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاء و
 مرسلین پر فضیلت دی اور امت کو باقی امتوں پر فضیلت دی۔ اس
 لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اے
 محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کا وہ اجر جو آپ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کو ملنا ہے وہ امت سے طلب کریں اور وہ اس صورت
 میں طلب کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو فرما دیجئے
 میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو۔

پس اجر کا تعین ہو گیا جو کہ مودتِ اہل بیت ہے اور
 مودت کا نام ثبوتِ محبت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ نہیں فرمایا
 کہ امت ہر اجر کا تعین کر کہ تیرا اجر مجھ پر نہیں۔ حقیقت میں اللہ
 تعالیٰ اس امت کو جملانا چاہتا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کا اجر میرے ہاں ہے۔ وہ ایسی وافر نعمتیں ہیں جن کے
 فقط بیان ہی سے سرور اور راحت نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جب حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے قل ما اسئلكم من اجر
 لکم محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے جو اجر میں
 مانگوں وہ تمہیں کا ہوا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے والے کو فضیلت اور اجر خدا سے ملے گا۔ پھر فرمایا کہ ان اجرِ ثی الاعلیٰ اللہ کہ میرا اجر تو اللہ پر ہے۔ جس اجر کے مستحق ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی وہ اجرِ محبِ اہل بیت کی طرف راجع ہوا۔

یہ کتنی بڑی بھاری سعادت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مودت کی فضیلت محب کے لئے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرے گی۔ اللہ اکبر، کون بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اجر دینے والا ہے تو محبِ اہل بیت کو قیامت کے دن کتنا اجر ملے گا۔ اور کیسی نعمتیں ملیں گی، اس سعادت کا اندازہ اور اس انعام کا کیفِ حیطہء تحریر سے باہر ہے۔ پہلے اجر کا تعین ہوا۔ پھر وہ امت پر واجب ہوا، پھر اس کا بدلہ تبلیغ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینا تھا۔ وہ انعام و اکرام یا عوض یا بدلہ اس کو ملے گا جو محبِ اہل بیت ہے۔ اب مولا کریم ہی جانے کہ اس عمل کا کتنا اجر ہوگا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کا مسلک

دربارہٴ حبِ اہل بیت

شیخ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب (احیاء المیت بفضائلِ اہل بیت) میں حدیث نمبر 41 کے عنوان میں فرماتے ہیں کہ خطیب نے اپنی تاریخ میں علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے

اس شخص کے لئے ثابت ہے جو میرے اہل بیت کا محب ہے۔ یہ اس مضمون کی حدیث نمبر 43 ہے۔ اور امام سیوطی کی اپنی تصنیف میں اس کا نمبر 42 ہے۔

نیز دوسری حدیث میں جس کا نمبر ان کی کتاب میں 43 ہے (لیکن اس مضمون میں اس کا نمبر 44 ہے۔) فرمایا کہ طبرانی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ مطلب بن عبد اللہ بن خطاب نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھگڑے کے مقام پر ہم کو مخاطب کرتے ہوئے تقریر کی، اور پوچھا کہ کیا میں تم کو اپنی جانوں سے عزیز نہیں ہوں، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہم اپنی جانوں سے عزیز سمجھتے ہیں۔

پھر فرمایا میں تم سے دو چیزوں کے بارے میں باز پرس کرنے والا ہوں، ایک کلام الہی اور دوم میری عترت۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی تصنیف صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ عترتی (نا) کے ساتھ ہے اور اس کے معنی اہل اور نسل کے ہیں، یا سب سے قریبی رشتہ دار ہے۔ اور 44 نمبر کی حدیث جو کہ اس مضمون کی 45 بنتی ہے یوں ترجمہ ہے طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ہر ایک مومن سے چار سوالات کے جوابات پوچھ کر اس کو چھوڑا جائے گا۔

(1) قیمتی عمر کس کام میں تلف کی،

(2) اپنے جسم کو کس کام میں فنا کیا،

(3) اپنے مال کو کس طرح خرچ کیا اور کس چیز میں خرچ کیا۔

حاصل کیا تھا اور

(4) میرے ساتھ اور میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کی یا نہیں؟

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ فضائل اہل بیت میں فرماتے ہیں کہ

ان الله جعل اجري عليكم المودة في القربى و انى

سائلكم عن هم غداً

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری تبلیغ کا اجر تم پر یہ رکھا ہے کہ میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو، اور میں قیامت کے دن کل تم سے اس کے متعلق سوال کروں گا۔ اجر کا لفظ مجازاً استعمال کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مطلق النفع پر اجر کے لفظ کا اطلاق مجازاً ہے، کیونکہ عمل کے مقابلے میں واجباً اجر عوض مالی ہو سکتا ہے۔ اور شیخ خلیل شمس الدین عربی قدس سرہ، العزیز فرماتے ہیں۔

(1) راءیت ولا فی آل طہ فریضة علی رغب اهل البعد یورثنی

القرب۔

ترجمہ : میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا فرض سمجھتا ہوں، کیونکہ اس عمل سے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب قیامت کے دن حاصل کروں گا۔ اور میں اہل بعد یعنی ان لوگوں کے برخلاف یہ معنی کرتا ہوں جو یہاں قربی سے مراد تمام امت کے رشتہ دار سمجھتے ہیں، میں مودت فی القربی میں مراد علی کرم اللہ وجہہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حسنین رضی اللہ

تعالیٰ عنہما لیتا ہوں۔ فما طلب المبعوث اجرا علی الہدی تبلیغہ
الا المودۃ فی القربی۔

کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی
تبلیغ رسالت پر سوائے اس کے اور کوئی اجر طلب نہیں کیا کہ
میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے (نمبر 43) فرماتے ہیں کہ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز وعظ میں فرمایا (اور میں نے سنا)
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ ”اے لوگو جس نے
میرے اہل بیت کے ساتھ بغض کو روا رکھا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
اس کا حشر و نشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا۔

حدیث نمبر 47: ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ہمارے اہل بیت کے
ساتھ بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دوزخ میں ڈالے گا۔ اس
حدیث کو حاکم نے روایت کیا اور بخاری و مسلم کی شرط پر اس کو
صحیح قرار دیدیا۔

حدیث نمبر 48: حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہے کہ انہوں نے ایک روز معاویہ کو فرمایا لا یبغضوا ولا

یحدننا احدًا لایزد عن الحوض یوم القیامۃ بسیا ط من النار
ترجمہ: یہ امر موکد ہے کہ جو شخص ہمارے ساتھ بغض رکھتا ہے
رکھتا ہے وہ حوض کوثر سے قیامت کے دن آگ کے کڑوں کے
ذریعے بھگایا جائے گا۔ (اللہ اکبر) طبرانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اوسط میں روایت کیا۔

حدیث نمبر 49: احمد نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسناد کے ساتھ پہنچائی ہے من ابغض اہل البیت فهو منافق۔

ترجمہ: جس نے اہل بیت کے ساتھ بغض کو روا رکھا پس وہ منافق ہے۔

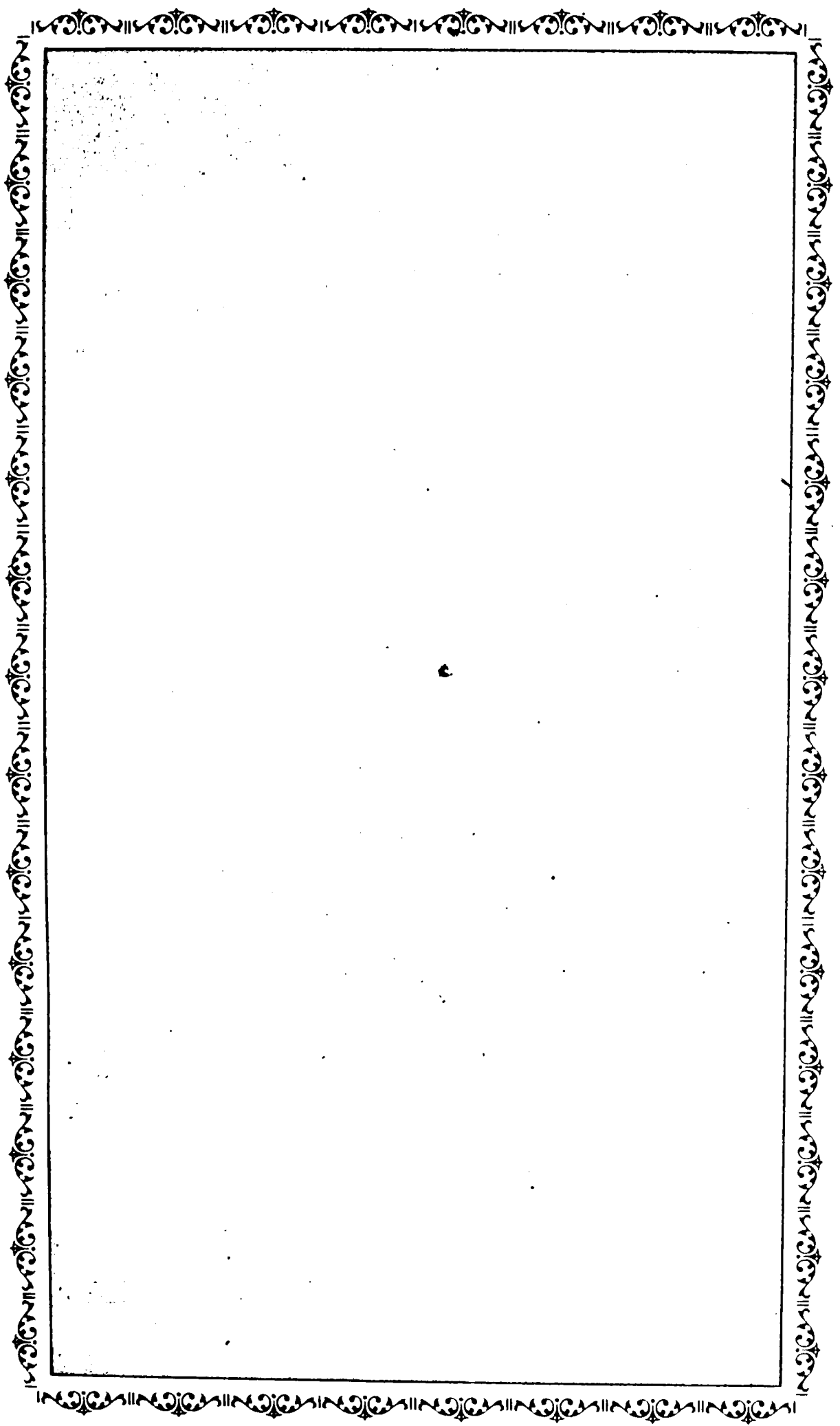
حدیث نمبر 50: قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمت الجنة علی من ظلم اہل بیتی واذانی فی عترتی۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور میری اولاد کو ستا کر مجھے دکھ دیا اس پر جنت حرام ہے۔

حدیث نمبر 51: وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام سبعة لعنتهم وکل نبی مجاب و عدمنہم المستحل من عترتہ ما حرم اللہ۔ (الحديث)

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات اشخاص ایسے ہیں کہ میں نے (اور حال یہ ہے کہ ہر ایک نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے۔) ان پر لعنت کی ہے۔ من جملہ ان کے ایک شخص وہ ہے جو کہ میری اولاد پر ظلم کرنا یا ان کے ساتھ کوئی ایسا کام کرنا جو اللہ جل جلالہ نے حرام گردانا ہے حلال سمجھتا ہے یا جائز سمجھتا ہے۔

عترتہ میں جو ضمیر غائب ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کر رہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ



عرض مترجم

حضرت علامہ سید ذکریا شاہ صاحب بن سید منزل شاہ صاحب بن سید میر احمد شاہ صاحب حنفی بنوری سادات بنوریہ پشاور کے بلند پایہ عالم دین، جلیل القدر روحانی شخصیت اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ اپنی قوم، یعنی سادات کرام کو متحد و متفق دیکھنے کے انتہائی خواہش مند تھے اور اس مقصد کیلئے پشاور میں 1339ھ میں ”انجمن ترقی و اتحاد و اصلاح قوم سادات“ کے نام سے جو تنظیم قائم کی گئی تھی اس کی مجلس منظمہ کے ممبر اور بانی اراکین میں سے تھے۔

علامہ موصوف اہل بیت عظام سے بیحد محبت کرتے تھے اور تمام زندگی اہلبیت کی محبت و مودت میں بسر فرمائی۔ اس موضوع پر ایک نفیس عمدہ اور مدلل کتاب ”مطالع الانوار فی فضائل اہلبیت النبی المختار“ کے نام سے عربی میں تحریر فرمائی۔
یہ فقیر جمعیت سادات کے اس پہلے سالانہ کنونشن کے تاریخی موقع پر اس کتاب کے چوتھے مطلع کا اردو ترجمہ شائع کر کے سادات کرام کی نذر کر رہا ہے امید ہے سادات کرام اہل بیت عظام کی محبت و مودت سے اپنے قلب کو منور کر کے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کریں گے اور انہیں نفرت کے اندھیروں سے نکال کر محبت اہل بیت سے روشناس کرائیں گے۔

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی

سرپرست جمعیت سادات

۱۵ اپریل 1994ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ اَوَّلِ

قرآنِ حکیم میں ارشادات باری مندرجہ ذیل ہیں -
 قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَقْرَفْ
 حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا۔ (الشوریٰ 42: 23)۔

وقوله، وهو الذى يقبل التوبته عن عباده ويعفو عن السيئات و
 يعلم ما تفعلون۔

ترجمہ: فرمادیجئے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں
 اپنی اس تبلیغ کا سوائے اس کے اور کوئی اجر نہیں مانگتا ہوں کہ تم
 میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ اور جو کوئی نیکی کرتا ہے ہم اس
 کے لئے اس میں اور بھی خوبی بڑھا دیتے ہیں۔

لفظ القربى کی تشریح اور مفہوم: قربى مصدر ہے اور اس کا
 معنی رشتہ داری ہے۔ اس جگہ ازروئے علم نحو مضاف محذوف ہے۔
 جو کہ (ذوی) ہے یعنی اصل میں یوں تھا ”ذوی القربا“ بمعنی اقربا۔
 لفظ فی کی تشریح اور مفہوم: حق تعالیٰ شانہ نے فی القربى فرمایا
 اور للقربى نہ فرمایا۔ لام کی جگہ فی کیوں لایا گیا؟ جالانکہ لام بظاہر
 زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ فی طرف ہے
 اور ظرف مبالغہ اور تاکید کیلئے بھی آتا ہے۔ پس اب معنی یہ
 ہوئے کہ

مطالع الامور

فی

مسائل اہلیت نبی کرم

حضرت علامہ سید محمد زکریا شاہ بنوری
ابن
سید محمد زکریا شاہ بنوری

مترجم
پروفیسر محمد شاہ قادیانی
پیکہ نوت

ناشر
شاہ محمد غوث اکیڈمی
پیکہ نوت
پشاور